

## بغدادی کی جدید مثال!

برادرم اظہار الحق نے کمال شفقت کرتے ہوئے کتاب بھجوائی۔ نام بھی حد درجہ منفرد ”عاشق مست جلالی“۔ پڑھ رہا ہوا اور سرد صن رہا ہوں۔ آدمی کتاب تو پڑھ چکا ہوں۔ کچھ حصہ باقی ہے۔ مکمل پڑھنے کے بعد اس پر ضرور قلم اٹھاؤ نگا۔ حد درجہ اعلیٰ تحریروں کا مجموعہ۔ استدعا ہے کہ اکثریت، اس کتاب کو نہیں پڑھے گی۔ اس لئے کہ اچھی کتاب سے ہمارا کیا لینا دینا۔ ہم تو پیدا ہی حد درجہ ادنیٰ سیاست پر بحث کرنے کے لئے ہوئے ہیں۔ بھلا علم سے ہمارا کیا واسطہ۔ برادرم اظہار صاحب، آپ اتنی اچھی باتیں کیوں لکھ رہے ہیں۔ جو دل میں اتر جاتی ہیں۔ جگر کو چیر ڈالتی ہیں۔ طاؤس و رباب اور کوچہ سیاست کی خبیث روحوں پر کیوں نہیں لکھتے۔ ہماری قوم کا سنجیدہ تحریروں سے کیا واسطہ؟ مگر اظہار بھائی جیسے لوگ سونے اور چاندی میں تلنے والے افراد ہیں۔ دھن میں مست اور اپنی ڈگر پر خاموشی سے روائی دواں۔ احساس اور فکر کی شاہراہ کے مسافر۔ کاش ان کی کوئی ہاؤ سنگ کا لونی ہوتی تو وہ بھی قیمتی ترین گاڑیوں میں سفر کرتے، فارم ہاؤس میں رہتے۔ اسلام آباد میں دس بارہ کنال کے گھر میں مقیم ہوتے۔ مگر صاحبان زیست! یہ دیوانے لوگ ہی ہمارے سماج کے قیمتی ترین ذہن ہیں۔ ان کی تحریروں کے بغیر زندگی اور علم بے معنی ہے۔ خیر ”عاشق مست جلالی“ پر کالم لکھنا اب تک قرض ہے۔ جلد ہی ادا کر ڈالوں گا۔

سچ پوچھیے تو اب لکھنا بھی بے سبب سی مشق معلوم ہوتی ہے۔ معلوم نہیں کہ کالم نگاروں کو یہ اندازہ کیوں نہیں ہوتا کہ ان کے لکھنے سے اس غلیظ معاشرہ میں کوئی تبدیلی نہیں آ سکتی۔ یہاں تو دلیل پر تبدیلی کے نعرہ کو پرکھنا تک منوع قرار دیا گیا ہے۔ قدیم یونانی درسگاہوں میں تعلیم، زبانی لیکھر پر بنی ہوتی ہے۔ چند عظیم ترین فلسفی جیسے سقراط، افلاطون اپنے شاگردوں سے مکالمہ کرتے تھے۔ مگر ان کی محفلوں میں ایک عضر حد درجہ مضبوط تھا۔ برداشت، برداشت اور صرف برداشت۔ محفل میں کوئی بھی شخص جارحانہ روئیں رکھ سکتا تھا۔ اوپھی آواز میں بات کرنا ناقابل برداشت تھا۔ استاد اگر کسی طالب علم کا عدم برداشت کا رویہ دیکھتا تو اسے محفل سے اٹھا دیا جاتا تھا۔ یہ بھی بتایا جاتا تھا کہ معاشرے میں صرف اور صرف تحمل، برداشت اور مکالمہ سے آگے بڑھا جا سکتا ہے۔ ہاں، اگر مکالمہ کی طاقت، جاہل افراد کے ہاتھ میں ودیعت ہو جائے تو ریاست ختم ہو جاتی ہے۔ ہزاروں برس پہلے کی بات کر رہا ہوں۔ آج تک یونانی فکر کی چھاپ دنیا کے ہر کونہ اور ہر علم پر موجود ہے۔ مگر جب میں اپنے ملک پر نظر دوڑاتا ہوں تو کچھ بھی سمجھ نہیں آتا۔ ہمارے معاشرے میں تحمل اور برداشت کو ریاست نے ایک پالیسی کے تحت قتل کیا ہے۔ بلکہ عرض کروں گا کہ عدم برداشت، شدت پسندی اور مذہبی منافرت کو حکومتی چھتر چھاؤں کے نیچے پروان چڑھایا ہے۔ نتیجہ یہ کہ ہمارا ملک، اقوام عالم میں شدید تہائی کا شکار ہو چکا ہے۔ بین الاقوامی سطح پر سیاسی شاخت صرف اور صرف ایک

دہشت گرد قوم کی ہے۔ ہر پاکستانی کو مغرب میں کسی نہ کسی فساد سے مسلک کر دیا گیا ہے۔ یہ رجہان درست ہے یا غلط۔ اس پر اب بحث بھی ممکن نہیں ہے۔ ہاں ایک امر اور بھی مستحکم ہے۔ جو بھی عالم دین، مذہب کی جدید تحریک کرنے کی علمی کوشش کرتا ہے۔ اسلامی تاریخ اور مسائل کو جدت سے پیش کرتا ہے۔ یا تو اسے مار دیا جاتا ہے۔ یا روزانہ قتل کی دھمکیاں ملتی ہیں۔ اور ہاں اگر خوش قسمت ہو تو جبری جلاوطنی میں چلا جاتا ہے۔ غامدی صاحب اس کی حد درجہ عمدہ مثال ہیں۔ ان کو اس درجہ تنگ کیا گیا کہ ملک سے جانے میں ہی عافیت جانی۔ دلیل اور علم کی بنیاد پر ان سے کوئی بات نہیں کرتا۔ بونے لوگ چھلانگیں مار مار کر تنقید کے نشر ضرور لگاتے ہیں۔ جب عرض کی جائے کہ جناب غامدی صاحب کا اسلامی علم کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں۔ تو ذاتی حملوں اور ادنیٰ باتوں کے علاوہ موہنه سے کچھ بھی نہیں نکلتا۔ اختلاف رائے رکھنے والے کو کفر یا ملحد ضرور قرار دیا جاتا ہے۔ ویسے عجیب حقیقت ہے۔ علماء جو سادگی کا بھاشن عطا فرماتے ہیں۔ ان میں سے متعدد لوگ سیاست دانوں سے بھی زیادہ امیر ہیں۔ کراچی کے ایک مدرسہ کے مہتمم کے اٹالے ان کی اولاد نے عدالت میں پیش کیے تو عقل دنگ رہ گئی۔ اربوں روپیہ حضرات اور موصوف فرماتے تھے کہ قربانی کرنے کی مالی اس طاعات بھی نہیں رکھتے۔

اگر گراں نہ گزرے تو عرض کرتا چلوں کہ عمومی طور پر یہ بتایا جاتا ہے کہ ہماری ہر مشکل یہود و ہندو کی سازش ہے۔ اصل میں ہماری بربادی کی وجہاں دراصل ایک کثیر القومی گھری سازش کا نتیجہ ہے۔ یہ مفروضہ دلیل کی کسی سطح پر بھی پورا نہیں اترتتا۔ ایسے بتایا جاتا ہے کہ غیر مسلم ممالک کے سربراہان روز صحیح اٹھتے ہیں۔ اور ویڈیو کانفرنس کے ذریعے پہلا فیصلہ یہ کرتے ہیں کہ پاکستان جو کہ اسلام کا قلعہ بھی ہے۔ اس کی فصیل کو کیسے نقصان پہچایا جائے۔ یہ نکتہ نظر حدد رجہ غیر منطقی ہے۔ کوئی بندہ اندر وہی کوتا ہیوں، کمزوریوں اور مظالم کے متعلق بات کرنے کو تیار نہیں۔ کیا ملک میں وزیر اعظم سے لے کر گوا لے تک کی کرپشن میں واقعی یہودی کردار شامل ہے؟ کیا ناپول میں بے ایمانی، جھوٹ، ریا کاری، منافقت، ریاستی جائز عدالتی بے اعتدالیاں، بابوؤں کی بے ایمانیاں، ہندو دکی کارروائی ہے؟ کیا مذہب کو انتقام کا ذریعہ بنانا، اقلیتوں کے ساتھ غیر انصافی کارویہ رکھنا واقعی اسرائیلی وزیر اعظم کے ذریعے کیا گیا ہے؟ صاحبان! اصل بات یہ ہے کہ ڈھنی پسمندگی، جہالت، نا انصافی، مذہبی شدت پسندی ہمارے نظام نے ہمیں عطا کر دی ہے۔ اگر ہماری ایک معصوم بچی کو طالبان سر میں گولی مارتے ہیں اور ”گل کھی، نجح جاتی ہے۔ لندن میں جدید ترین سہولیات کے بدولت آج بھی صحت مند ہے۔ کافر اقوام اسے نوبل پرائز عطا کرتی ہیں۔ تو یقین فرمائیے کہ ہمارے لوگوں کی اکثریت اسے بیرونی ممالک کا ایجنسٹ قرار دیتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ اسے ملکی سیاست میں اوپر سے لانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔ میرا جواب صرف یہ ہے۔ پہلے آپ اپنے سر میں گولی ماریئے۔ پھر اس سے نیچے اور پھر جواب دیجئے کہ کیا کوئی شوق سے گولی کھاتا ہے۔ ہاں، جنہوں نے قتل کی کوشش کی وہ ہمارے چند طبقوں

کے ہیرو ہیں۔ طالبان کی بابت عرض کر رہا ہوں۔

ویسے برانہ منایئے۔ اسلام آباد کے ایک پنج ستارہ ہوٹل میں قیام کے دوران طالبان کے جید رہنماؤں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اب وہ بیش قیمت ہوٹل کے کمروں میں قیام پر اصرار کرتے ہیں۔ ڈائیگ ٹیبل پر براجمن ہو کر بونے کھانا پسند فرماتے ہیں۔ منزل واٹر بڑے شوق سے پیتے ہیں۔ یعنی آج کے طالبان کسی فتح کی سادہ زندگی گزارنے کے خواہاں نظر نہیں آتے۔ بالکل یہ عرض نہیں کر رہا کہ بڑے ہوٹلوں میں قیام غیر مناسب ہے۔ استدعا صرف یہ ہے کہ اب وہ سادگی کا پرچار نہ کریں اور ان سے مسلک اہل قلم نہیں قرون اولیٰ کے مسلمان اکابرین کے مساوی نہ رکھیں۔ باقی ہر حکومت کے اپنے اپنے فکری رجحانات ہیں۔ جنہیں برداشت کرنا چاہیے۔ مگر ہمارے ملک میں کمزور طبقوں کو دباؤنے کا چلنحد درجہ رواد ہے۔ خواجہ سراوں کے متعلق ذرا سی بہتری کے بل سے کہرام مچا دیا گیا ہے۔ ٹرانس چینڈر بل کے بارے میں ایسے بتایا جا رہا ہے کہ یہ ہمارے معاشرتی، فکری افکار و اساس کے خلاف ہے۔ جناب، حضور، قبلہ طالب علم گردن زنی سے امان مانگ کر عرض کرتا ہے۔ کہ جناب ہم جنس پرستی کے معاملات تو اس ملک خداداد کے کونے کونے میں وقوع پذیر ہیں۔ کیا مدرس، کیا ہوٹل اور کیا محلہ۔ یہ تو ایک انسانی رو یہ ہے۔ اسے منفی یا ثابت قرار دینے سے یہ قطعاً کم نہیں ہو گا۔ ویسے فرمائیے گا۔ کہ ہمارے شہابی علاقوں اور افغانستان میں ”لخت“ کا مطلب کیا ہے۔ شرمائی نہ ذرا یہ بھی بتا دیجئے کہ کیا ڈرائیور ہوٹلوں اور سراوں پر جزوی لونڈے فراہم نہیں کیے جاتے۔ حضور، آپ معاشرے کے علم اور سچائی کی بنیاد پر استوار فرمائیے۔ تحریک دعوت اسلامی واحد فعال مذہبی جماعت ہے جس نے عرصہ دراز سے خواجہ سراوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک علیحدہ شعبہ قائم کر رکھا ہے۔ اس زبردست کاوش کو متحارب فریق نذر انداز کرتے ہیں۔ گند ہر ملک میں ہے۔ ہمارے جیسے ملک میں قانون سازی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سماج بالکل اپنی ذاتی رفتار پر چلتا رہتا ہے۔ اس کے رجحانات پر کوئی کنٹرول نہیں کر سکتا۔ پہلے لوگوں کی مثالی تربیت فرمائیے۔ تعلیم دیجئے۔ پھر تطبیہ کا تقاضا کیجئے۔ مگر نہیں صاحبان! ہم لوگ صرف تنقید اور بلند ترین آواز سے اہل فکر کی توہین کرتے ہیں۔ ہمارے رویے ہمارے قاتل ہیں۔ زور کمزور طبقوں پر ہی نکلتا ہے۔ کیونکہ کمزور اپنے قاتل اور ظالم کو نقصان نہیں پہنچاسکتے۔ ویسے یو اے ای کے نظام کے متعلق آپ کیا فرمائیں گے۔ وہ ایک اسلامی ملک ہے۔ وہاں دوسرے کی ذاتی زندگی کو بر باد کرنے کی ہمت کیوں نہیں کر سکتے۔ چلیے جانے دیجئے۔ میں بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گیا۔ بھائی جیسا ملک چل رہا ہے، ویسے ہی چلتا رہے گا۔ بغیر کسی ثابت تبدیلی کے۔ جناب ہمارا ملک بغداد کی جدید مثال ہے۔ یقین نہیں آتا تو بغداد کے مفتوح ہونے سے پہلے کے حالات پڑھ لیجئے۔ انشاء اللہ افاقت ضرور ہوگا؟

